بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار ہر مہینے کی ۲، ۶، ۱۰، ۱۴، ۱۸، ۲۲، ۲۶، ۳۰ تاریخ کو قادیان دار الامان سے شائع ہوتا ہے۔

الحکم

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

چہ گویم باتو گر آئی چہ در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

قیمت پیشگی سالانہ

۱- عوام سے	صہ/
۲- خواص معاونین سے	عہ
۳- ہندوستان سے باہر	ے/
۴- غیر مذاہب والوں سے	۱۲ ے/
۵- اپنی جماعت کے غیر مستطیع سے کم آمدنی والے لوگوں سے	دس روپے ۱۲/ چار ۱۲/

نوٹ

عہ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔
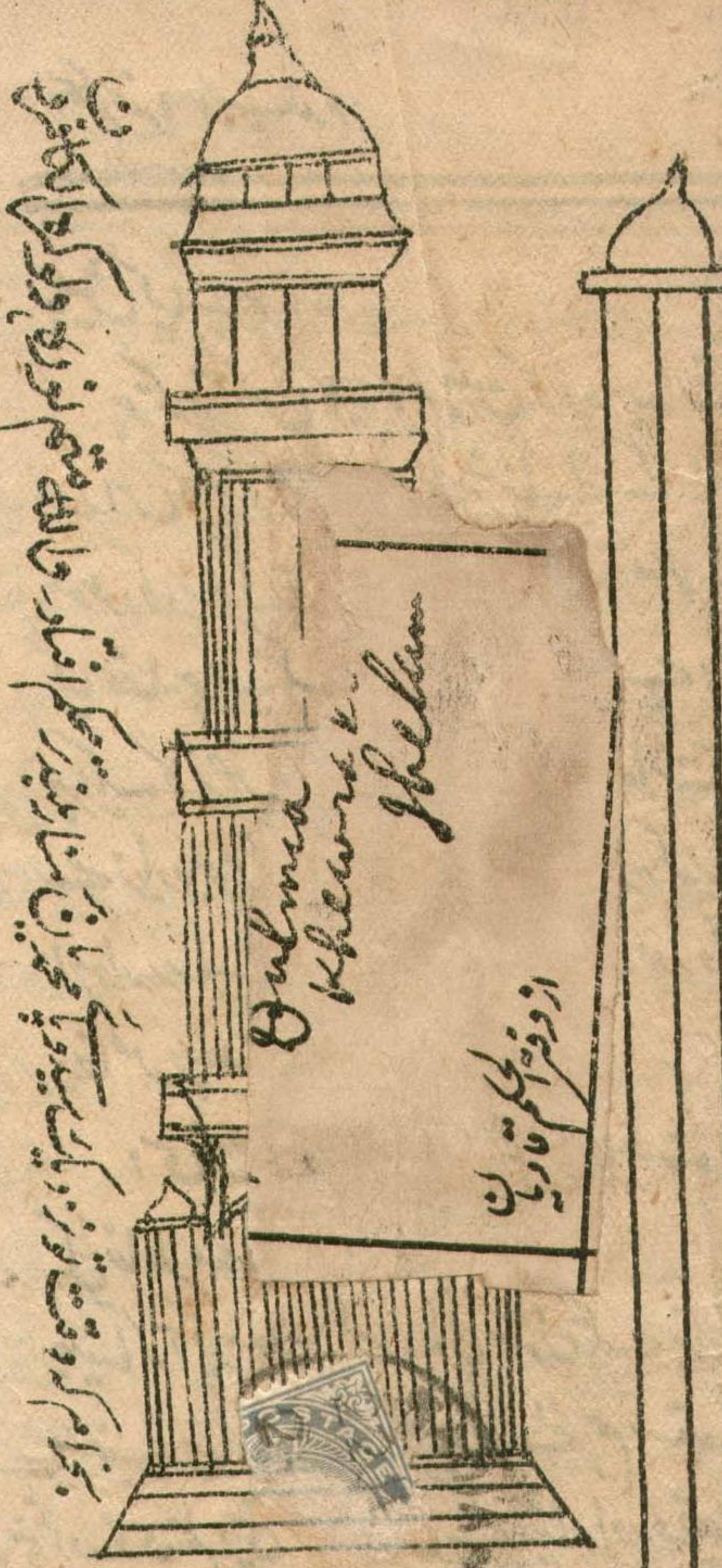
نمبر ۳۹ | قادیان دار الامان مورخہ ۱۸ جون سنہ ۱۹۰۸ء مطابق ۱۸ جمادی الاول سنہ ۱۳۲۶ ہجری | جلد ۱۲

ہمارا فرض اسوقت کیا ہونا چاہئے

مین اپنے پہلے آرٹیکل مین کسیقدر اشارہ کرچکا ہون کہ ہمارا فرض کیا ہے؟ لیکن آج کسیقدر اور صراحت کرتا ہون۔ امید ہے کہ احمدی احباب ان سطور کو توجہ سے پڑھین گے

ایمان کی شناخت اور امتحان کا وقت وہ وقت ہوتا ہے۔ جب انسان کسی ابتلاء عظیم مین ڈالا جاوے۔ اسوقت اگر وہ اس ابتلا سے نکلنے کے لئے ایسے حیلے اور طریقے اختیار کرتا ہے جو اسکو خدا تعالیٰ سے دور لیجاتے ہین تو سمجھ لو کہ یہ ضعیف ایمان کی وجہ سے ہے لیکن اگر وہ پوری استقلال اور ہمت بلند سے اس ابتلا کا مقابلہ کرتا ہے اور خدا تعالےٰ کی رضا کے ساتھ پوری مصالحت اور مسالمت کا نمونہ دکھاتا ہے۔ تو یقین کر لینا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اسے اطمینان قلب عطا کر دیا ہے جو ایمان باللہ کا اصل نتیجہ ہے۔

کسی قوم پر اس سے بڑھکر کیا ابتلا ہو سکتا ہے۔ کہ اس کا امام اور ہادی اس مین سے ایسے وقت اٹھا یا جاوے جبکہ وہ قوم ابھی منزل مقصود پر نہ پہنچی ہو۔ اور پھر منزل ابھی دور اور کٹھی ہو۔ ایسی حالت اور صورت مین اگر وہ قوم اپنے استقلال اور ہمت بلند کا نمونہ دکھاتی ہے تو یہ اس امام اور ہادی کی سچائی پر ایک ایسی دلیل ہوتی ہے جو اس وفات پر کھل جاتی ہے۔

یہ وقت گھبرانے کا نہین ہوتا بلکہ خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کے لئے ایک موقع ہوتا ہے۔ اور دانشمند اور دور اندیش مومن اسکو ہاتھ سے نہین دیتا۔ یہی وقت ہم پر آیا ہے لیکن اگر اسوقت کو ہمنے مفید نہ بنایا۔ اور اب بھی کچھ نہ پایا۔ تو سمجھو پھر بڑے خوف کا مقام ہے۔

یہ وقت ہے کہ ہم اسے غنیمت سمجھین اور اس سے وہ فائدہ حاصل کرین۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس سے ارادہ فرمایا ہے۔ اسلئے سب سے اول تو ہمیں

قدرت ثانیہ کے نزول اور ظہور

کے لئے اہل کر دعائیں کرنی چاہئیں جسکی وصیت حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے اور جسکو پورا کرنیکے لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے اعلان فرمایا ہے۔ ایسی مشکلات کے وقت دعاؤں سے وہ کام نکلتا ہے جسکو کوئی تدبیر اور عقل نہین کر سکتی۔ ہمارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام تو

دعاؤں ہی کے حربہ

کو لیکر آئے تھے اس ہتھیار کو مضبوط پکڑو۔ یہی تمہارے لئے ہر میدان مین فتح کا موجب ہوگا۔

ہاں دعاؤں کے سلسلہ مین بھی عزم بالجزم اور نہ گھبرانے والی ہمت کی حاجت ہے اور دعا کے نتیجہ کے جلدی ظاہر نہ ہونے پر ہمت نہین ہارنی چاہیے۔ اور نہ مایوس ہونا چاہیے اس لئے کہ

خدا سے مایوس ہونا کافرونکا شیوہ ہے

کیا تم نہین جانتے وہ نور مسیحا جو دعائے خلیل کا نتیجہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے

تین ہزار سال بعد ظاہر ہوئی

پس سب سے پہلا کام تو یہ ہے کہ ہم دعاؤں مین لگین اور مل کر اور الگ الگ بھی گھروں مین اور باہر بھی دعائیں کرتے رہین۔ اسکے بعد جو ضروری اور اہم فرض ہمارے ذمہ ہے وہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقاصد کی تکمیل ہے

جس کام کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا اور محض اپنے فضل سے اسنے ہم سب کو اسکا جو آرج بنایا ہے اسکی تکمیل کے لئے پہلے سے زیادہ مستعد اور دلیر ہو کر ہمیں میدان میں آنا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود کی زندگی اور بعثت کی اصل غرض

کسر صلیب ہے

اور اس سے مراد صلیبی مذہب کے فتنہ سے دنیا کو نجات دینا ہے۔ اس مذہب کے ذریعہ دنیا جسیں ہلاکت اور گمراہی کی غار مین گری ہے۔ وہ ایک نمایاں بات ہے پس جسطرح پر حضور علیہ السلام شبانہ روز اس باطل کو کچلنے کیلئے آمادہ رہے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ

خلیفۃ المسیح کی لواء کے نیچے اس میدان مین جمع ہین

اور جن جن راہوں سے یہ باطل اپنا سر نکالتا ہے اور نامور بن بن کر یہ نکلتا ہے۔ انہین راہوں سے اسکا سر کچلین اور اسے بند کرین اس مقصد کے لئے ہمین کسی نئے ہتھیار یا حربہ کی حاجت نہین خدا تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ جو دنیا مین مسیح موعود کے نام سے آیا۔

ایک گھڑا گھڑایا حربہ

ہمارے ہاتھ مین دے گیا ہے۔ یہ ہتھیار نہ کند ہونے والا ہے اور نہ ٹوٹنے والا۔ اسکی ادنیٰ صفت یہ ہے۔ کہ مخالف دیکھتے ہی بھاگ جاتا ہے پس اس سے ہمین کام لینا چاہیے۔ اور یہ وہ علم کلام ہے کہ حضرت مسیح موعود نے

کتبہ ف ۔ ۔ ہ

پیش کیا ہے :۔

چونکہ ہر شخص کا یہ کام نہیں کہ وہ میدان مناظرہ مین آئے اور اس کام کو مستقل اور با اثر بنانے کے لئے حضرت مسیح موعود کی زندگی ہی مین اشاعت اسلام کا سلسلہ جاری کیا گیا تھا۔ جو اب تک اسی طرح جاری ہے اسلئے ہم مین کے ہر ایک کا فرض ہے کہ اسی سلسلہ کی اعانت کے لئے پہلے سے زیادہ جوش اور سرگرمی کے ساتھ تہیہ کریں تاکہ مستقل ماہوار رسالے کے علاوہ بعض ضروری اور وقتی مضامین پر خاص پمفلٹ شایع ہو سکیں :۔

اسی طرح پر آیندہ نسلوں کی حفاظت اور تعلیم اسلام کی خاطر مدرسہ تعلیم الاسلام جو ہے۔ جو اب جیسا کہ آپکو معلوم ہے۔ ہائی سکول تک بنا ہوا ہے اسکو مضبوط بنیاد پر قائم رکھنے کے لئے ہم مستعد ہون گریجویٹ اور ذی علم اپنی زندگیوں کے ایثار اور وقف سے اور دولت مند اپنے مالوں کے قربان کرنیسے اسکی اعانت کرین۔ اور جو بڑی بڑی رقمین نہیں دے سکتے۔ وہ چھوٹی ہی رقم جو اس راہ مین دے سکتے ہیں۔ دین۔ اور اس کے ساتھ ہی دعاؤں سے کام لیں :۔

ان ضروریات کے ساتھ بہت ہی اہم اور ضروری امر

لنگرخانہ ہے

لنگرخانہ کی ضرورت اور اہمیت کا اس سے پتہ ملتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسکا اہتمام اپنے ہاتھ مین رکھا تھا۔ اور اب خلیفۃ المسیح کو اسکی طرف خاص توجہ ہے میرے اپنے ایمان مین لنگرخانہ حفاظت اسلام کی زبردست راہ ہے اور میگزین اشاعت اسلام کا زبردست ذریعہ۔ اسلئے لنگرخانہ کی اعانت کے لئے بیش از پیش سعی کرنی چاہیے۔ پھر ایک بڑے پیمانہ پر ایک مدرسہ دینی کی ضرورت ہے اسکی سکیم زیر تجویز ہے۔ اور امید ہے کہ جلدی وہ پبلک مین آئے گی۔ خلاصہ یہ کہ جن کامون کو حضرت کی زندگی کا مقصد پورا کرنے کے لئے جاری کیا گیا تھا۔ ان کی تکمیل اور انہیں وسیع پیمانہ پر لیجانا اب ہمارا کام ہے۔ مین غلطی کرونگا۔ اگر اسکے ساتھ قومی اخبارات کی اعانت کے سوال کو چھوڑتا ہوں۔ اخبارات قوم کی بہت بڑی خدمت اور اندرونی اصلاح کا کام کر رہے ہین اسلئے ان کی بنیاد مضبوط کرنیکے لئے تمہیں اپنے مالوں کو قربان کرنا چاہئے۔

غرض

اب وقت ہے کہ ہم دعاؤں سے کام لین۔ ہمت بلند اور استقلال کا نمونہ بنین اور اپنے مالوں کو سلسلہ کی اعانت کے لئے پہلے سے زیادہ دلیر ہو کر قربان کرین۔ خداتعالیٰ خود تمہارا ناصر ہو اور وہ ان ضروریات کی اہمیت کا آپ تم کو علم دے :+

ایک عظیم الشّان جلسہ

بروز اتوار بتاریخ ۲۱۔ ماہ جون ۱۹۰۸ء

ٹھیک بوقت ۷ بجے صبح

جس مین پنجاب یونیورسٹی ہال متّصل عجائب گھر مین وہ۔

پیغام صُلح

پڑھا جاویگا

جو

اعلیحضرت والامناقب جناب

مرزا غلام احمد قدس اللہ سرہٗ

نے اپنی زندگی کے آخری دو تین دنوں مین اس ملک سے نفاق اور پھوٹ کو دور کرنیکے لئے لکھا۔ اس مبارک پیغام کی مخاطب علی الخصوص ہندو معززین ملک مین اہل ہند مین امن اور صلح کے خواہان ضرور تشریف لاوین :۔

الداعیان

خان بہادر محمد شفیع بیرسٹرایٹ لا۔ چوہدری نبی بخش بی۔ اے وکیل چیف کورٹ پنجاب میان فضل حسین بی۔ اے کیمرج یونیورسٹی بیرسٹرایٹ لا۔ شیخ گلاب دین وکیل چیف کورٹ پنجاب۔ میان محمد شاہنواز بی۔ اے کیمرج یونیورسٹی بیرسٹرایٹ لا۔ مولوی احمد دین۔ بی۔ اے وکیل۔ شیخ فضل الٰہی بیرسٹرایٹ لا۔ مرزا جلال الدین بیرسٹرایٹ لا۔ شیخ محمد عبد العزیز بی۔ اے ایڈیٹر ابزرور لاہور۔ میان عبد العزیز بیرسٹرایٹ لا۔

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ

۲۔ جون ۱۹۰۸ء قبل عصر

آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت مین سوال کیا گیا۔ کہ خلیفہ اور مامور مین فرق کیا ہے؟ جسطرح مامور کی اقتدا اور اتباع کا حکم ہے اسی طرح خلیفہ کی بھی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم ہے۔ ان دونوں مین فرق کس بات کا ہے۔

فرمایا

مامور کو اسکے کل امور مین خاص طور پر مکالمہ۔ مخاطبہ۔ اور کشوف اور رؤیائے صالح ہوتے ہین اور کثرت سے ہوتے ہین۔ اور اصل امور مین ذاتی اجتہاد کا بہت تھوڑا موقع دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اسکا نطق بھی وحی خفی کے حکم مین ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ

خلیفہ کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے کیونکہ خلیفہ کو بہت حصہ اپنے جزوی امور مین ذاتی اجتہاد سے کام کرنا پڑتا ہے۔ اور جس مامور یا مرسل کا وہ خلیفہ ہوتا ہے۔ اسکی اقتداء اور اتباع کی پابندی اسکے پیش نظر ہوتی ہے۔ اس سے یہ لازم نہین آتا۔ کہ رویا صالح یا کشوف اور الہامات اسکو نہ ہون۔ بلکہ بات یہ ہوتی ہے۔ کہ وہان اجتہاد قلیل اور تائید بذریعہ وحی الٰہی کثرت سے ہوتی ہے اور یہان وحی قلیل اور اجتہاد کثیر ہوتا ہے۔ ہان خلیفہ کو کسی زمانہ میں رویا و کشوف و وحی ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی خلیفہ اصل مامور کا متبع اور اس کی ہدایات کا پابند ہوتا ہے۔ مامور کی بعض پیشگوئیاں باقی ہوتی ہین۔ ان کے پورا ہونیکے واسطے خلیفہ کا بھی ظہور ضروری ہوتا ہے۔ اور یہ خلفاء کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ یہان تک کہ وہ تمام پیشگوئیان پوری ہو جاتی ہین۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اس اصول کو قرآن شریف مین یون فرمایا ہے۔ اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک۔ اللہ تعالیٰ کی یہ ہمیشہ سے سنت ہے کہ انبیاء کی بعض پیشگوئیاں ان کی زندگی مین پوری ہوتی ہین۔ اور بعض انکے بعد۔ ان کے خلفاء کے وقت مین پوری ہوتی ہین۔ یا نئے مامور پر پوری ہوتی ہین۔ انبیاء ہمیشہ پاک تعلیمات اور پاک اور روحانی تبدیلی کے واسطے بعض روحون کو مستعد کرکے اپنی تعلیمات کی تخم ریزی کر جاتے ہین۔ پھر ان کی حفاظت اور آبپاشی ان کے خلفاء کے زمانہ مین ہوتی ہے۔ تا بہت سی سعید روحون کو خدمت دین کا اجر اور ثواب ملے :۔ فقط عبد الرحمٰن قادیانی سب ایڈیٹر

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر شایع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہم اور علیمردان کی مردانگی

آج اس وقت ۹ جون سنہ ۱۹۰۸ء کا روزانہ پیسہ اخبار میرے سامنے ہے اس میں کسی خاکسار علیمردان قریشی مختار عدالت کا مضمون پڑھنے سے معلوم ہوا کہ باطل نے حق کی مخالفت میں ایک اور ڈنک چلایا ہے۔ باطل ہمیشہ حق کے مقابلہ میں بے سود کوشش کرتا رہا ہے۔ اسی طرح حق کی جانب سے بھی ہمیشہ اسکی سرکوبی ہوتی رہی ہے لہذا اسی قدیمی باطل کا سر کچلنے کیلئے خدا تعالیٰ کے فضل سے قلم اٹھاتا ہوں وبا اللہ التوفیق۔

علیمردان قریشی نے اپنے بے ربط مضمون میں اگرچہ بہت کچھ بیہودہ باتوں کو طول دیا ہے۔ لیکن وہ باتیں جن سے ایک سادہ لوح دھوکا کھا سکتا ہے صرف چار ہیں۔

(۱) حضرت مرزا صاحب نے اپنے ۱۷۔ مئی کے لیکچر میں خدا تعالیٰ کی نسبت گستاخانہ الفاظ استعمال کئے (۲) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ لہذا حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت باطل ہے اور اسی لئے ان کے مسلمان ہونے میں بھی شک ہے (۳) حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ نبوت کے ثبوت میں آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل پڑھا کرتے تھے اور ۱۷۔ مئی والے لیکچر کے آخر میں بھی انہوں نے اسی آیت سے استدلال کیا جو انکی بیجا دلیری اور گستاخی تھی اور اسی گستاخی کی وجہ سے وہ پکڑے گئے (فوت ہوئے) (۴) حضرت مرزا صاحب کی بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں:۔

مذکورہ بالا اعتراضات کے ملاحظہ سے بیچارے علیمردان قریشی کی تنگ نظری پوشیدہ نہیں رہتی اور کوئی اہل عقل ان باتوں کے جوابات کا منتظر کبھی نہ ہوگا۔ لیکن معترض کی تنبیہ اور عوام کی تسکین کے لئے مختصراً کچھ لکھتا ہوں:۔

(۱) تعجب ہے کہ معترض نے باطل کو زیب و زینت دینے کے لئے شرم و حیا کو بالائے طاق رکھدیا اور اسبات کا بھی خیال نہیں کیا کہ میں جن معمولی اردو فقرات کو اپنے اعتراض کا سنگ بنیاد قرار دیتا ہوں وہ ایسے ہیں کہ پرائمری کلاس کا ایک اردو پڑھنے والا طالبعلم بھی اعتراض کی لغویت پر ہنسے گا اور دہوکا دہی سے بخوبی واقف ہو سکیگا حضرت مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ کے زندہ حی و قیوم ہونے اور تمام صفات حسنہ سے موصوف ہونیکو بدلائل ثابت کرنیکے بعد ان گستاخ اور بدتمیز لوگوں کو سمجھانیکے لئے جو خدا تعالیٰ کی بعض صفات سے گویا منکر ہو گئے ہیں الزامی جواب اور استفہام انکاری کے طور پر یہ کہا تھا کہ "کیا خدا مر گیا ہے۔ بوڑھا ہو گیا ہے یا قویٰ اسکے معطل ہو گئے ہیں" اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ الفاظ اس شخص کی زبان سے جو خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کے ثابت کرنے میں اپنی تمام عمر اور تمام کوششیں صرف کر چکا ہو کیسے درد اور جوش کے عالم میں نکلے ہونگے اور وہ خدا تعالیٰ کو ہر ایک صفات حسنہ سے متصف ثابت کرنیکے لئے کیسی سچی خواہش اور تڑپ اپنے قلب میں رکھتا ہوگا۔ لیکن۔ ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است۔ اگر یہ کہا جائے کہ نفس مطلب سے قطع نظر یہ ادائے بیان نامناسب اور ناز یبا ہے تو جواباً لکھا جاتا ہے۔ کہ اس قسم کے ادائے بیان کی تعلیم تو خود خدا تعالیٰ نے ہمکو دی ہے دیکھو وہ فرماتا ہے افاصفکم ربکم بالبنین واتخذ من الملئکۃ اناثا۔ معترض کو چاہیے۔ کہ وہ عقل و ہوش کی عینک لگا کر دیکھے کہ حضرت مرزا صاحب نے جسطرح پر استفہام انکاری استعمال فرمایا ہے بالکل اسی طرح اس آیت میں بھی استفہام انکاری مستعمل ہوا ہے یا نہیں؟ اگر اس آیت کی رو سے معترض اسبات کو مانتا ہے کہ واقعی خدا تعالیٰ کے بیٹیاں ہیں تو بیشک اسکا حق ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے الفاظ کو بھی خدا تعالیٰ کی شان میں گستاخی تصور کرے۔ خدا تعالیٰ تو خود حکم فرماتا ہے فاستفتھم الربک البنات ولھم البنون۔ لیکن جب اس حکم کی تعمیل میں دریافت کیا جائیگا۔ کہ "کیا تیرے رب کیلئے بیٹیاں اور انکے لئے بیٹے ہیں" تو علیمردان قریشی استفسار کنندہ پر ضرور ناراض ہوگا۔ افسوس ضد اور نابینائی نے حق کے مخالفوں کو کیسا آوارہ و گمراہ کر دیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار:۔

(۲) میں نہیں سمجھ سکا کہ معترض نے جامع ترمذی کی حدیث سے کسطرح اپنے مفید استدلال کیا ہے۔ یہ حدیث اور تمام صحیح احادیث ہمارے لئے مفید ہیں نہ ہمارے مخالفوں کے لئے۔ معترض نے نبی کا لا نبی جس مضمون میں لکھا ہے۔ اسکو شاید وہاں یہ خیال نہیں رہا۔ کہ قرآن شریف میں انک لا تھدی بھی آیا ہے۔ اور قرآن شریف ہی میں انک لتھدی بھی آیا ہے۔ یہاں نفی و اثبات کو دیکھکر نبی و لا نبی کو سمجھے معترض نے صرف نبی کے لفظ سے دہوکا کھایا ہے۔ یا دہوکا دینا چاہا ہے۔ قرآن شریف کی اصطلاح صاف بتا رہی ہے کہ نبا کے معنے خدا تعالیٰ سے علم پا کر غیب کی خبر دینیکے ہیں۔ اس حدیث میں جو لفظ نبی استعمال ہوا ہے اسکی تفسیر اس حدیث میں صاف موجود ہے۔ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدی۔ معترض چاہے تو اس حدیث کو مجمع البحار کے صفحہ ۸۵ میں اسطرح لکھا ہوا ملاحظہ فرمالے۔ قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ وھذا ناظر الی نزول عیسیٰ وھذا ایضا لا ینافی ح لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ۔ اور شرح فصوص الحکم مطبوعہ استنبول کے صفحہ ۴۲ میں پڑھلے۔ کہ ان الرسالۃ والنبوۃ اعنی نبوۃ التشریع (یعنی) رسالۃ لا الرسالۃ والنبوۃ بمعنی الاخبار عن الحقایق الالٰھیۃ فانھما لا تنقطعان[*] لکونھما من الصفات البشریۃ۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے کبھی صاحب شریعت نبی ہونے کا دعوٰے نہیں کیا وہ شریعت محمدی کو جسقدر کامل و اکمل و اتم شریعت مانتے اور دوسروں سے منواتے تھے۔ معترض بیچارے کو یہ بات کہاں نصیب! ہاں انکا یہ دعوٰے تھا کہ میں ہی موعود عیسیٰ ہوں جسکا وعدہ نبی کریم صلی اللہ و آلہ وسلم نے دیا تھا۔ اور ٹھیک اپنے وقت پر آیا ہوں اور مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہوں۔ اور خدا تعالیٰ مجھ پر جو چاہتا ہے غیب کی خبریں ظاہر فرما دیتا ہے اور اسی لئے میرا نام نبی ہے یہ بات کچھ شرع کے خلاف نہیں کوئی نئی بات نہیں مثنوی میں لکھا ہے ع آں نبی وقت باشد اے مرید۔ اسی طرح اکثر صوفیائے کرام اور علمائے دین و محدثین کا مذہب ہے۔ آخر وہ بات کیا ہے جس پر علیمردان قریشی اسدرجہ آپے سے باہر ہوا جاتا ہے:۔

(۳) آیت لو تقول علینا الخ پر اس سے پہلے متعدد رسالے اور بے نظیر مضامین حضرت مرزا صاحب کے شایع ہو چکے ہیں اور مخالفین کا اب تک ناطقہ بند ہے۔ علیمردان قریشی کو یہ خبر نہیں کہ حضرت مرزا صاحب تقریباً تیئیس ۲۳ سال تک خدا تعالیٰ سے پا کر اپنے الہامات شایع کرتے رہے۔ حالانکہ شرط صرف تیئیس ۲۳ سال کی تھی یہ تو کسی نے دعوٰے نہیں کیا اور نہ کر سکتا ہے کہ جو سچا مدعی الہام ہو اسکو قیامت تک موت نہ آئیگی اور ہمیشہ زندہ ہی رہیگا۔ علیمردان قریشی کہتا ہے کہ سنت اللہ برسوں سے چپکے چپکے اپنا کام کر رہی تھی میں کہتا ہوں کہ یہ عجیب سنت اللہ ہے کہ ایک صادق اور سرور انبیاء کو تو ۲۳ سال سے زیادہ مہلت نہ دی اور (بقول خاکسار علیمردان) ایک کاذب کے لئے تیئیس سال تک چپکے چپکے کام کر کے تیئیس سال سے بھی زیادہ زمانہ صرف کر دیا۔ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو غور کرو اور جلد باز نہ بنو!

[*] ترجمہ = بے ریب وہ رسالت اور نبوت جس سے کوئی نئی شریعت پیدا ہوتی ہے۔ وہ دونوں منقطع ہو گئیں نہ وہ رسالت اور نبوت جسکے معنے ہیں۔ حقایق آلہیہ سے اطلاع تو یہ دونوں منقطع نہیں ہونگی۔ کیونکہ وہ دونوں بشری صفات ہیں۔

* حضرت مرزا صاحب کو ... [illegible] ... سے استدلال کیا ہے

(۴) پیشگوئیوں کے متعلق اعتراض کرنا بھی سراسر حماقت ہے ذرا یہ تو بتاؤ کہ لاکھوں پیشگوئیاں جو آفتاب عالمتاب کی طرح اپنی صداقت کو ظاہر کر چکی ہیں۔ ان سے آپ نے کیا فائدہ اٹھایا جواب ایک یا دو پیشگوئیوں کے سمجھ میں نہ آنے پر اعتراض کرنے کا استحقاق حاصل کر لیا خدا تعالے فرماتا ہے۔ واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر بل اکثرھم لا یعلمون معترض اپنے آپ کو مخبر عدالت بیان کرتا ہے لیکن اسکو یہ معلوم نہیں کہ پوتے بھی بیٹوں کے حکم میں ہوتے ہیں وحلائل ابنائکم میں کیا پوتے کی بیوی دادا کے لئے جایز ہو سکتی ہے؟ صحیح بخاری میں بصراحت مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں قیصر و کسریٰ کی کنجیاں دی گئیں۔ حالانکہ حضرت نبیؐ کے ہاتھ سے مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک سپاہی کا ہاتھ تھا پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں سونے کے کڑے دیکھے جس سے مراد مسیلمہ کذاب و اسود عنسی تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں انکے ہلاک ہو جانے کا یقین تھا لیکن مسیلمہ حضور نبی کریم کی وفات کے بعد ہلاک ہوا۔ اکثر عظیم الشان پیشگوئیاں جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تھیں اور کتب سابقہ بھی ان کے ذکر سے پر تھیں وہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر پوری نہیں ہوئیں بلکہ بہت سی آپ کے جانشینوں کے ہاتھ پر پوری ہوئیں معترض کو چاہیئے۔ ذرا صبر سے کام لے اور دیکھے کہ ہر ایک اعتراض کا کافی و وافی و شافی جواب انشاء اللہ تعالیٰ مفصل و مشرح طور پر ہماری جانب سے بار بار شایع ہو کر بیوقوفوں کے شکوک کا گرد و غبار دور کر کے عنقریب مطلع صاف کر دیگا۔ ہاں ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ ہدایت خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ وہ جسکو چاہتا ہے۔ عطا کرتا ہے:—

مضمون کے اخیر میں خاکسار علیمردان قریشی نے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں عاجزانہ طور سے التماس کیا ہے کہ للہ اپنے مسلمان بھائیوں سے نماز اور جنازہ میں علیحدہ نہ ہوں اور حضرت مسیحؑ کو زندہ رہنے دیں مجھکو علیمردان کی بیکسی پر رحم آتا ہے۔ کہ اس نے مسیح ناصری کے زندہ رکھنے کے لئے کیسی بیکسی اور مجبوری کیساتھ درخواست کی ہے مگر اسکی اس آرزو کا پورا ہونا محالات سے ہے۔ کیونکہ اگر مسیح موسوی زندہ ہوتے تو بیشک انکو زندہ رہنے دیتے لیکن جبکہ انکو فوت ہوئے تقریباً دو ہزار برس ہو چکے تو اب زندہ رہنے دینے کے کیا معنے! ہاں وہ یوں کہہ سکتا تھا کہ مسیح علیہ السلام کو زندہ کر دو۔ سو یہ بھی غیر ممکن اور مسلمان بھائیوں کی قدرت سے باہر ہے۔ خاکسار علیمردان کو چاہیے۔ کہ وہ مسیح موسوی کو زندہ کرنیکی فضول کوشش نہ کرے کیونکہ انکی وفات میں اسلام کی حیات ہے یہ نہ معلوم ہوا کہ علیمردان قریشی کو مسیح ناصری اور انکی حیات سے کیا خاص تعلق ہے حالانکہ اسکے نام کے ساتھ قریشی کا لفظ اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ اسکو قریش کے سرتاج سرور انبیا سید الثقلین اور انکے مسیح یعنی مسیح محمدی سے خاص تعلق اور محبت ہونی چاہیئے تھی۔ آہ! کیا سچ کہا ہے اس مسیح محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند ... مگر مدفون یثرب را نداوند ایں فضیلت را

زبونی نافہ عرفان چو محروم ازل بودند ... پسندیدند در شان شہ خلق ایں مذلت را

ہمہ عیسیٰ پرستاں را از مقال خود مدد دادند ... دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را

بخاک انگیزی شان برضیا خود ہمی ہم ... نہاں کے ماند آں نورے کہ حق بخشید فطرت را

کجا غیرے شان بر خاطر سن مشتے آرد ... اگر صادق تر دل بخود و گر بیند قیامت را

کیا اچھا ہو کہ علیمردان قریشی بجائے ناراض اور جزبز ہونے کے عقل و تدبر سے کام لے اور سچا پکا مسلمان بننے کیلئے بجائے مسیح ناصری کے مسیح محمدی کا دامن پکڑے۔ والسلام

راقمہ۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی

دوسری قدرت

برادران۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ تحریک خلیفہ مسیح موعود حضرت مولوی نور الدین صاحب کے حکم سے کیجاتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ہر ایک جگہ جماعت کو الوصیتہ کے ذیل کے فقرات کی طرف توجہ دلائی جاوے

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے اسلئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اسکا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے۔ جسکا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤنگا۔ تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے۔

سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہیئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت میں ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو"۔ اس عبارت کے آخری الفاظ جن کو جلی قلم سے لکھا ہے۔ جماعت کی خاص توجہ کے قابل ہیں۔ ان الفاظ میں حضرت مسیح موعودؑ نے اسباب کو ضروری قرار دیا ہے بالفاظ دیگر اللہ تعالےٰ کے اس منشاء کو ظاہر فرمایا ہے کہ دوسری قدرت کے نزول کے لئے ہر ایک جگہ میں احباب اکٹھے ہو کر دعائیں کریں۔ اس حکم کی تعمیل کے لئے حضرت مولوی صاحب نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ جہاں ہمارے دوست ہیں۔ وہ ہر روز یا جسطرح ممکن ہو ایکدفعہ اکٹھے ملکر نماز میں یا نماز سے باہر اس موعود قدرت ثانی کے نزول کے لئے دعائیں کریں۔ بلکہ ایسے مقامات میں بھی جہاں کوئی دوست تنہا ہوں انہیں یہ کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ کسی دوسرے دوست کیساتھ جو قریب ہوں۔ ملکر دعائیں کریں۔ اکٹھے ہو کر دعا کرنا منشا الٰہی کے ماتحت خصوصیت سے حضرت اقدس نے لازمی قرار دیا ہے اور اس حکم کی تعمیل سب احباب پر فرض ہے۔

محمد علی۔ از قادیان

انجمن احمدیہ ضلع کرنال

"خاص کرنال میں باقاعدہ طور پر انجمن احمدیہ قایم ہو گئی ہے۔ اسواسطے ضلع کرنال کے تمام احمدی احباب کی خدمت میں لکھا جاتا ہے کہ وہ چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب میر مجلس انجمن احمدیہ کرنال کے ساتھ خط و کتابت کریں۔ اور اپنے شہر اور گاؤں میں ضلع کرنال کی انجمن احمدیہ کے ماتحت شاخیں قایم کریں اور اپنے سلسلہ کے تعلقات کو بڑھاویں۔ والسلام

اسسٹنٹ سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

اطلاع

سال رواں اور بقایاداروں کے نام وی۔ پی جاری ہو چکے ہیں۔ یہی اطلاع کافی ہے دیکھ لیجئے۔

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمان - ۲ - مئی ۱۹۰۸ء بعد عصر

مسٹر محمد علی جعفری ایم۔ اے وائس پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور کو جو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ملاقات کے واسطے حاضر ہوئے حضرت اقدسؑ نے مخاطب کرکے

فرمایا

میں جب مامور ہوا تھا۔ اور خدا نے اس سلسلہ کو بہت صاف طور سے قایم کیا کوئی شک و شبہ نہیں تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں اور قرآن شریف کے عین منشا کے مطابق اور ٹھیک وقت پر ظہور تھا۔ اور پھر صداقت دعوے کیساتھ خدائی نشان بھی تھے۔ تو میں نے سب سے اول اس امر کو

گروہ علما کے پیش کیا :

کیونکہ میں جانتا تھا کہ علما اس امر کو سب سے پہلے قبول کریں گے۔ میرا خیال تھا۔ کہ یہ لوگ بوجہ علوم دین سے واقفیت رکھنے کے بلا عذر مجھے قبول کرلیں گے کیونکہ میرا دعوےٰ عین قرآن و حدیث کے مطابق اور ضرورت حقہ کے واسطے تھا۔ اور یہ لوگ خود انتظار میں تھے اور تحریراً تقریراً اپنے وعظوں اور لیکچروں میں کہا کرتے تھے کہ چودھویں صدی میں مسیح موعود کا آجانا یقینی اور قطعی ہے اور علاوہ ازیں کل علامات جو یہ بیان کرتے تھے میری صداقت کے لئے ظاہر ہو چکی تھیں مگر ہماری وہ امید بالکل غلط نکلی۔ علماء کی طرف سے ہمیں اس دعوت کا جو جواب ملا وہ ایک فتوےٰ تھا جسمیں ہمیں کافر۔ اکفر۔ ضال مضل۔ دائرہ اسلام سے خارج یہود اور نصاریٰ سے بدتر قرار دیا۔ اور لکھا گیا کہ ان لوگوں کو اپنی قبروں میں داخل نہ کیا جائے۔ انکے جنازے نہ پڑھے جاویں ان کے ساتھ ملاقات نہ کی جاوے۔ ان سے مصافحہ نہ کیا جائے۔ حتیٰ کہ یہاں تک تشدد کیا گیا کہ جو ان سے میل جول رکھیگا وہ بھی انہی میں سے ہوگا۔

پھر ان لوگوں سے یہ جواب پاکر ہمیں خیال آیا کہ تعلیم یافتہ لوگ عموماً بے تعصب اور عناد سے پاک ہوتے ہیں۔ لہذا اسی خیال سے ہم نے پھر اپنی

دعوت نئے تعلیم یافتہ گروہ کے پیش کی

مگر ان میں سے اکثر کو بے قید پایا۔ اور اکثر کو دیکھا کہ وہ خود اسلام میں ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کا یہ خیال ہے کہ اسلام کی تعلیم ایک جاہلانہ اور وحشیانہ زمانہ کی تعلیم تھی۔ اب اس کی ضرورت نہیں۔ اب اس سے فراغت حاصل کرنی چاہیئے۔ اور زمانہ کی رفتار کے مناسب حال ترمیم کرلینی چاہیئے۔ غرض اس طرح سے اس قوم کے لوگوں سے بھی محرومی ہی ہوئی۔ الا ماشاء اللہ :-

پھر رؤسا کے گروہ کی طرف اپنی دعوت بھیجی کہ ان کو دنیا کا حصہ دیا جاتا ہے اور یہ سیدھے سادھے مسلمان ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص صدیق حسن خان نے ہماری کتاب براہین احمدیہ کو چاک کرکے واپس بھیج دیا۔ اور اسطرح سے اپنی قساوت قلبی کا اظہار کیا۔ ان کے بعد ہمنے سمجھا۔ کہ سعادت ہمیشہ ضعفا ہی کا حصہ ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارا یہ خیال بالکل درست نکلا۔ اور سنت قدیمہ کے بموجب ضعفا ہی اکثر ہمارے ساتھ ہوئے۔ جنکو نہ مولویت کا گھمنڈ اور نہ دولت کا تکبر بلکہ بالکل سادہ لوح اور پاک نفس ہوتے ہیں۔ اور وہی خدا کے بھی مقرب ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی گروہ میں سے کئی لاکھ انسان اب ہمارے ساتھ ہیں :-

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جب نبوت کا خلعت خدا سے پاکر دعوت اسلام کے خط بادشاہوں کو لکھے تھے تو ان میں سے ہرقل قیصر روم کے نام بھی ایک خط لکھا تھا۔ اسنے خط پڑھکر کسی عرب کی جو آپؐ کی قوم کا ہو تلاش کرائی چنانچہ چند قریشی جن میں ابو سفیان بھی تھا پیش خدمت کئے گئے اور بادشاہ نے چند سوال کئے۔ جن میں یہ بھی تھے۔ کہ اس شخص کے آبا و اجداد میں سے کبھی کسی نے نبوت کا دعوےٰ تو نہیں کیا؟ جس کا جواب نفی میں دیا گیا پھر پوچھا گیا کہ کوئی بادشاہ تو نہیں گزرا اسکے بزرگوں میں؟ اس کا جواب بھی نفی میں دیا گیا۔ پھر یہ سوال کیا کہ اس شخص کے پیرو کون لوگ ہیں اسکے جواب میں کہا گیا۔ کہ اس کی

پیروی کرنیوالے غریب اور کمزور لوگ ہیں

پھر اس نے دریافت کیا کہ لڑائیوں میں کیا نتیجہ نکلتا ہے جواب دیا گیا کہ کبھی وہ فتح پاتا ہے۔ اور کبھی ہم کامیاب ہوتے ہیں۔ ان سوالات کے جوابات سن کر قیصر نے اقرار کیا کہ انبیاء ہمیشہ دنیا میں اسی شان میں آیا کرتے ہیں۔ انکے ساتھ اول میں ہمیشہ کمزور اور ضعیف لوگ ہی شامل ہوا کرتے ہیں۔ اس شخص نے اپنی فراست صحیحہ سے معلوم کرلیا۔ کہ واقعی یہ شخص سچا نبی ہے۔ اور یہ وہی نبی ہے جس کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ چنانچہ اس نے یہ بھی کہا وہ وقت قریب ہے کہ وہ میرے تخت کا بھی مالک ہو جاویگا :-

غرض یہ سنت قدیمہ ہے کہ انبیاء کا ساتھ دینے والے ہمیشہ کمزور اور ضعیف لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔ بڑے بڑے لوگ اس سعادت سے محروم ہی رہ جاتے ہیں۔ ان کے دلوں میں طرح طرح کے خیالات آتے ہیں۔ اور وہ اپنے آپ کو ان باتوں سے پہلے ہی فارغ التحصیل سمجھ بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہ اپنی بڑائی اور پوشیدہ کبر اور مشیخت کی وجہ سے ایسے حلقہ میں بیٹھنا بھی ہتک اور باعث ننگ و عار جانتے ہیں۔ جس میں

غریب مگر مخلص کمزور مگر خدا کے پیارے

لوگ جمع ہوتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ صدہا لوگ ایسے بھی ہماری جماعت میں داخل ہیں۔ جن کے بدن پر مشکل سے لباس بھی ہوتا ہے۔ مشکل سے چادر یا پاجامہ بھی ان کو میسر آتا ہے۔ ان کی کوئی جائداد نہیں۔ مگر ان کے لا انتہا اخلاص اور ارادت سے محبت اور وفا سے طبیعت میں ایک حیرانی اور تعجب پیدا ہوتا ہے۔ جو ان سے وقتاً فوقتاً صادر ہوتا رہتا ہے۔ یا جس کے آثار ان کے چہروں سے عیاں ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ایمان کے ایسے پکے اور یقین کے ایسے سچے اور صدق و ثبات کے ایسے مخلص اور باوفا ہوتے ہیں۔ کہ اگر ان مال و دولت کے بندوں اس دنیوی لذت کے دلدادوں کو اس لذت کا علم ہو جاوے۔ تو اسکے بدلے میں یہ سب کچھ دینے کو تیار ہو جاویں۔ ان میں سے مثال کے طور پر ایک شخص

صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف صاحب مرحوم

ہی کے حالات کو غور سے دیکھو کہ کیسا صدق کا پکا اور وفا کا سچا تھا۔ جان تک سے دریغ نہیں کیا۔ جان دیدی مگر حق کو نہیں چھوڑا۔ ان کی جب خبر لگ گئی۔ اور ان کو امیر کے روبرو پیش کیا گیا تو امیر نے ان سے یہی پوچھا۔ کہ کیا تم نے ایسے شخص کی بیعت کی ہے؟ تو اسنے چونکہ وہ ایک راستباز انسان تھا۔ صاف کہا کہ "ہاں میں نے بیعت کی ہے۔ مگر نہ تقلیداً اندھا دھند بلکہ علی وجہ البصیرت اس کی بیعت کی ہے۔ میں نے دنیا بھر میں اسکی مانند کوئی شخص نہیں دیکھا مجھے اس سے الگ ہونے سے اس کی راہ میں جان دینا بہتر ہے۔" غرض مرحوم اس بات کا ایک نمونہ چھوڑ گئے ہیں کہ ہمارے تعلق رکھنے والے کیسے صادق الایمان اور صادق الاعتقاد ہیں :-

اصل بات یہ ہے کہ مشکلات صرف یہی ہیں۔ کہ لوگوں کو امور دینی میں تدبر کرنا اور خدا سے ڈر کر کسی معاملہ پر غور کرنا اور حق و باطل میں امتیاز چاہنا اور یہ تڑپ رکھنا کہ آیا یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے یا نہیں اس طرف توجہ ہی نہیں مگر یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فعل عبث نہیں۔ بلکہ اس نے عین حکمت سے یہ سلسلہ قایم کیا ہے اور ضرورت حقہ کے وقت اسکو کھڑا کیا ہے۔

منکروں سے خدا کیا کریگا

ما ارسل الله رسولا الا اخزی به قوما لا یؤمنون۔ یاد رکھو کہ دنیا مین ایسا کوئی بھی نبی یا رسول نہیں گذرا جسکے منکروں کو خدا تعالیٰ نے ذلت اور رسوائی کا عذاب نہ دیا ہو۔ یہ ضروری اور لازمی ہوتا ہے۔ رسول کی حجت پوری کر دینے کے بعد منکر قوم کو حق و باطل میں امتیاز پیدا کرنیکے واسطے عذاب دیا جاوے۔ خدا کے نزدیک دو بڑے ہی سخت گناہ ہیں۔ اول افترا اور تقول علی اللہ یعنی یہ کہ کوئی شخص دعوے کرے۔ کہ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے یا وحی یا الہام کرتا ہے۔ حالانکہ اسے نہ کوئی وحی ہوتی ہے اور نہ الہام اور نہ خدا اس سے کبھی ہمکلام ہوا حتی کہ جھوٹی خواب کا بنا لینا بھی اسی مین داخل ہے غرض ایک تو یہ امر کہ

خدا پر افترا کرنا حالانکہ خدا جانتا ہے کہ وہ کاذب ہے دوسرے وہ شخص خدا کے بڑے سخت غضب اور عقاب کا مورد ہوگا جو ایک صادق اور خدا کی طرف سے آنیوالیکا انکار کرتا ہے۔ بہرحال ہمارا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ بات ہمیشہ سے چلی آئی ہے اور اس زمانہ مین خدا تعالیٰ نے عملی طور پر ایک سلسلہ نبوت قائم کرکے دکھا دیا ہے۔ اس سے اسقدر فائدہ تو اٹھانا چاہیئے۔ کہ جہان اور اپنے دنیوی کاروبار کیواسطے اتنی سرگردانی اور محنت اور کوشش کرتے ہو اس بات کی بھی کچھ تحقیقات تو کرو۔ کہ آیا جو اپنے کاروبار کو خدا کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اور اتنا بڑا دعوے پیش کرتا ہے۔ اتنا تو معلوم کر لیں کہ یہ صادق ہے یا کاذب پھر خدا فرماتا ہے۔ کہ جو شخص میرے رسول کی نافرمانی کریگا میں اسکو نہیں چھوڑونگا جب تک اس سے اس انکار کا بدلہ نہ لے لوں۔ معمولی حکام اور گورنمنٹ بھی اپنے احکام کی تحقیر کرنیوالوں اور باغیوں کو بغیر سزا نہیں چھوڑتی تو پھر وہ خدا ہے اور احکم الحاکمین ہے۔ ذرہ ذرہ اسی کے قبضہ قدرت میں ہے تو پھر اسکے رسول کی نافرمانی اور اس کے احکام کی ہتک کرنیوالا کسطرح امن میں رہ سکتا ہو:-

اگر میرے ساتھ خدا کا کوئی نشان نہ ہوتا۔ اور نہ اسکی تائید اور نصرت میرے شامل حال ہوتی اور میں نے قرآن سے الگ کوئی راہ نکالی ہوتی۔ یا قرآنی احکام اور شریعت میں کچھ دخل و تصرف کیا ہوتا۔ یا منسوخ کیا ہوتا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے باہر کوئی اور نئی راہ بتائی ہوتی۔ تو البتہ حق تھا اور لوگوں کا عذر معقول اور قابل قبول ہوتا۔ کہ واقع میں یہ شخص خدا اور خدا کے رسول کا دشمن اور قرآن اور تعلیم قرآن کا منکر اور منسوخ کرنے والا ہے۔ فاسق ہے فاجر ہے مرتد ہے۔ مگر جب میں نے قرآن میں کوئی تغیر کیا۔ اور نہ ہی اس شریعت کا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔ ایک شوشہ اور نقطہ میں نے بدلا۔ بلکہ میں قرآن اور احکام قرآنی کی خدمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک مذہب کی خدمت کے واسطے کمربستہ ہوں۔ اور جان تک بھی اپنی اسی راہ میں لگا دی ہے۔ اور میرا یقین کامل ہے۔ کہ قرآن کے سوا جو کامل اکمل اور مکمل کتاب ہے۔ اور اس کی پوری اطاعت اور بغیر آنحضرت صلی اللہ [علیہ وسلم] کی پیروی کے نجات ممکن ہی نہیں۔ اور قرآن میں کمی بیشی کرنیوالے اور آنحضرتؐ کی اطاعت کا جوا اپنی گردن سے اتارنے والیکو کافر اور مرتد یقین کرتا ہوں۔ تو پھر اس صورت میں اور باوجود میری صداقت کے ہزارہا نشان ظاہر ہو جانے کے جو کہ خدا نے آج تک میری تائید میں آسمان اور زمین پر ظاہر کئے پھر مجھے جو شخص کاذب اور مفتری اور دجال کے نام سے پکارتا ہے یا جو میری پرواہ نہیں کرتا اور میری آواز کی طرف کان نہیں دھرتا

یقیناً جانو کہ خدا بغیر مواخذہ

اسے ہرگز نہ چھوڑے گا۔ اسلام کی کشتی غرق ہو رہی ہے۔ زمانہ شہادت دے رہا اور وقت پکار پکار کر ضرورت کو محسوس کر رہا ہے۔ اندرونی حالت ایسی خطرناک ہے کہ اس سے ہرگز ہرگز کسی کا دل مطمئن اور خوش نہیں ہو سکتا۔ بیرونی حملے ایسے خطرناک ہین کہ قریب ہے۔ کہ اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں۔ تو کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا۔ کہ کبھی کہ خدا اسلام کی حمایت کیواسطے مبعوث فرماتا۔ اور کوئی مجدد بھیجتا جو اسلام کی ڈوبتی ناؤ کو سنبھال لیتا۔ صدی کا سر بھی گذر گیا۔ مگر کل وعدے جھوٹے ہی جھوٹے نکلے۔ تو پھر تم ہی بتاؤ کہ کیا ابھی وہ وقت نہیں کہ خدا اسلام کی خبرگیری کرتا یا کوئی اس سے بھی زیادہ خطرناک اور نازک حالت ہوگی؟ کیا جب اسلام بالکل مر ہی جاویگا۔ اور اس مین کوئی دم باقی نہ رہے گا۔ اسوقت کوئی آوے گا؟ پھر ایسے آنیوالے سے کیا فائدہ اور کیا حاصل ہے؟

یاد رکھو کہ اگر مین جھوٹا ہون تو پھر اسلام بھی جھوٹا ہے اور اگر اسلام بھی دوسروں کی طرح ایک مردہ مذہب ہے تو پھر اسلام میں کیا بڑائی ہے اور اس کی کیا خصوصیت توحید جسکا ہمکو ناز ہے اس کے تو برہمو اور آریہ بھی دعوے دار ہین ایک شخص نے اسی لاہور مین ایک دفعہ لیکچر دیا تھا۔ کہ ہم لوگ لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہیں پھر ہمیں محمد رسول اللہ کی کیا حاجت ہے جب یہ صورت ہو اور توحید کے اور مذاہب بھی قائل ہین تو پھر تم مین اور تمہارے غیروں مین مابہ الامتیاز ہی کیا ہوا؟ اگر یہی جہاد وغیرہ کے عقاید ہی مابہ الامتیاز ہیں تو پھر یاد رکھو کہ یہ سخت غلطی ہے اور اسطرح تم اسلام کے حامی نہیں بلکہ دشمن ہو۔ اسلام کو بدنام کرتے ہو۔ دیکھو اگر ہمیں اسباب کا علم ہوتا کہ واقع میں قرآن شریف کا یہی منشا ہے۔ تو پھر ہم اس ملک کے باہر چلے جاتے اور ایسی جگہ اپنا قیامگاہ بناتے جہاں سے ہمیں ان احکام کی آدائیگی مین ہر طرح کی سہولت اور آسانی ہوتی اور خوب دل کھولکر ان احکام کو بجا لاتے۔ مگر میں سچ کہتا ہون کہ قرآن کا یہ منشا نہیں جو بدقسمتی سے بعض نادان ملانوں نے سمجھا ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس زمانہ مین بڑے بڑے مشکلات کا سامنا تھا۔ آپؐ کے بہت سے جان نثار اور عزیز دوست ظالم کفار کے تیر و تفنگ کا نشانہ بنے۔ اور طرح طرح کے قابل شرم عذاب ان لوگوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو پہنچائے حتی کہ آخرکار خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ کر لیا چنانچہ آپ کا تعاقب بھی کیا۔ آپ کے قتل کرنیوالے کیواسطے انعام مقرر کئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غار مین پناہ گزین ہوئے۔ تعاقب کرنے والے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔ مگر یہ تو خدا کا تصرف تھا۔ کہ آپ کو ان کی نظروں سے باوجود سامنے ہونے کے بچا لیا۔ اور ان کی آنکھوں میں خاک ڈالکر خود اپنے رسول کو ہاتھ دے کر بچا لیا آخرکار جب ان کفار کے مظالم کی کوئی حد نہ رہی اور مسلمانوں کو ان کے وطن سے باہر نکال کر بھی وہ سیر نہ ہوئے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ارشاد نازل ہوا۔ اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا وان الله علی نصرهم لقدیر خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت دی اور اس اجازت مین یہ ثابت کر دیا کہ واقع میں یہ لوگ ظالم تھے اور شرارت ان کی حد سے بڑھ چکی تھی۔ اور مسلمانوں کا صبر بھی اپنے انتہائی نقطہ تک پہنچ چکا تھا۔ اب خدا نے فرمایا۔ کہ جن لوگوں نے تلوار سے مقابلہ کیا۔ وہ تلوار ہی سے ہلاک کئے جاوینگے۔ اور گو یہ چند اور ضعیف ہیں مگر مین دکھا دونگا کہ میں بوجہ اسکے کہ وہ مظلوم ہین۔ ان کی نصرت کرونگا اور تم کو ان کے ہاتھ سے ہلاک کراؤنگا۔ چنانچہ پھر اس حکم کے بعد ان ہی چند لوگوں کی جو ذلیل اور حقیر سمجھے گئے تھے اور جن کا نہ کوئی حامی نہ تھا نہ کوئی مددگار اور وہ کفار کے ہاتھ سے سخت درجہ تنگ اور مجبور ہو گئے تھے۔ ان کی مشارق اور مغارب مین دھاک بندھ گئی اور اس طرح سے خدا نے ان کی نصرت کرکے دنیا پر ظاہر کر دیا۔ کہ واقعی وہ مظلوم تھے غرض ہر طرح سے ہر رنگ مین اور ہر پہلو پر نظر ڈالکر دیکھ لو۔ کہ واقع میں اسوقت مسلمان مظلوم تھے یا کہ نہیں۔ اگر خدا ایسے خطرناک اور نازک وقت میں بھی ان چند کمزور مسلمانوں کو اپنی حفاظت جان کیواسطے تلوار

اٹھانے اور دفاعی طور سے لڑائی کرنے کی اجازت نہ دیتا۔
تو کیا ان کو دنیا کے تختہ سے نابود ہی کر دیتا

تو پھر اس حالت مین ان کا تلوار اٹھانا جب کہ ہر طرح سے ان کا حق تھا کہ وہ تلوار اٹھاتے کیا تو شرعاً اور کیا عرفاً مگر وہ بھی آج تک نشانہ اعتراض بنا ہوا ہے۔ اور متعصب اور جاہل دشمن اب تک اس کو نہیں بھولتے تو کیا اب یہ لوگ خونی مہدی کا عقیدہ پیش کر کے ان کے ان اعتراضوں کو پختہ [illegible] کر کے اسلام سے نتنفر کرنا چاہتے ہیں دیکھو مہدی کے بارے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صاف فرمایا ہے۔ کہ یضع الحرب وہ جنگ کا خاتمہ کر دیگا اور وہ جنگ ایک علمی جنگ ہوگا۔ قلم تلوار کا کام کرے گا اور اسرار روحانی برکات سماوی اور نشانات اقتداری سے دنیا کو فتح کیا جاویگا اور تازہ بتازہ غیبی پیشگوئیوں اور تائیدات خدائی سے سچے مذہب کو ممتاز کر کے دکھایا جاویگا یہ کر دینا کہ معجزات سابقہ ہمارے پاس موجود ہین کافی نہیں یاد رکھو کہ ہندؤں کے پستکوں اور عیسائیوں اور یہودیوں کی کتابوں کے قصے کہانیوں سے بڑھکر تمہارے پاس بھی کچھ نہیں۔ اگر تم قصے پیش کروگے تو وہ تم سے بڑھ چڑھ کر قصے پیش کر سکتے ہین۔

اگر اسلام کی سچائی کا معیار بھی صرف قصے کہانیوں کی بنا پر رہ گیا ہے تو پھر یاد رکھو۔ کہ یہ امر مشتبہ ہے اسلام مین فرقان ہے۔ خدا نے ہمیشہ سے اسلام میں ایک امر فارق رکھا ہے اور تازہ بتازہ نشانات ہین۔ نشان کا نام سن کر آج کل کے فلسفہ پڑھنے والے کچھ کشیدہ خاطر ہوتے ہین۔ وہ کہتے ہین کہ خدا کے وجود کا پتہ لگنے کے واسطے نشانات اور انبیاء کے وجود کی کیا ضرورت ہے؟ گر یاد رکھو کہ اس نظام شمسی اور اس ترتیب عالم سے جو کہ ایک ابلغ اور محکم رنگ مین پائی جاتی ہے۔ اس سے نتیجہ نکالنا کہ خدا ہے یہ ایک ضعیف ایمان ہے اس سے خدا کے وجود کے متعلق پوری تسلی نہیں ہو سکتی۔ امکان ثابت ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ یقیناً خدا ہے اگر اس مین یقینی اور قطعی دلائل ہوتے۔ تو پھر لوگ دہریہ کیوں ہوتے؟ بڑے بڑے محقق کتابین تالیف کرتے ہین مگر ان کے دلائل ناطق اور براہین قاطع نہیں ہوتے۔ کسی کا منہ بند نہیں کر سکتے اور نہ ان سے یقینی ایمان تک انسان پہنچ سکتا ہے۔ اگر ایک شخص ان امور سے خدا کی ہستی کے دلائل بیان کرے گا۔ تو ایک دہریہ اس کے خلاف دلائل بیان کر دیگا۔

دراصل بات یہ ہے۔ کہ اسطرح اتنا ثابت ہو سکتا ہے کہ خدا ہونا چاہیے۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہے۔ ہونا چاہیے اور ہے مین بہت بڑا فرق ہے۔ ہے مشاہدہ کو چاہتا ہے مگر دوسرا حصہ جو وجود باری تعالیٰ کے واسطے انبیاء نے پیش کیا ہے کہ زبردست نشانات معجزات اور خدا کی زبردست طاقت کے ظہور سے اس کی ہستی ثابت کی جاوے یہ ایک ایسی راہ ہے کہ

تمام سر اس دلیل کے آگے جھک پڑتے

ہین۔ اصل مین بہت سے عرب دہریہ تھے جیسا کہ قرآن شریف کی آیت ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ وقالوا ان ہی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا الخ کیا عرب جیسے اجڈ اور بے باک۔ بے قید۔ بیدھڑک لوگ تلوار سے آپ نے سیدھے کئے تھے اور ان کی آپ صلعم کی بعثت سے پہلی اور پچھلی زندگی کا عظیم الشان امتیاز اور فرق اسوجہ سے تھا کہ وہ آنحضرت صلعم کی تلوار کا مقابلہ نہ کر سکے تھے؟ یا کیا صرف سادہ اور تری اخلاقی تعلیم تھی جس سے ان کے دلوں مین ایسی پاک تبدیلی پیدا ہو گئی تھی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یاد رکھو کہ تلوار انسان کی ظاہر کو فتح کر سکتی ہے مگر دل کبھی تلوار سے فتح نہین ہوتے بلکہ وہ وہ

انوار تھے جنہیں خدا کا چہرہ نظر آتا تھا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ایسے ایسے خارق عادت نشانات دکھائے تھے کہ خود خدا ان لوگوں کے سامنے آموجود ہوا تھا۔ اور انہوں نے خدا کے جلال اور جبروت کو دیکھکر گناہ سوز زندگی اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی تھی۔ اب پھر وہی وقت ہے۔ اور ویسا ہی زمانہ۔ پس اسوقت بھی خدا کی ہستی کا یقین اسی ذریعہ سے ہوگا۔ جس ذریعہ سے ابتدا مین ہوا تھا۔ اسلام وہی اسلام ہے۔ لہٰذا اس کی کامیابی اور سرسبزی کے بھی وہی ذرایعہ ہین جو ابتدا مین تھے۔ اب بھی ضرورت ہے۔ تو اس بات کی کہ خدا کے چہرہ نما ہیبت ناک اقتداری نشانات ظاہر ہوں۔ اور یقین جانو کہ کوئی شخص گناہ سے پاک ہو سکتا جب تک خدا کی معرفت کامل نہ ہو۔ بے گناہ اور طرح طرح کے معاصی جو چاروں طرف دنیا مین بکھرے پڑے ہین انکے دور کرنے کے واسطے صرف خشک ایمان کافی نہین۔ کیا وہ خوف خدا جیسا کہ چاہیے دنیا مین موجود ہے؟ نہین ہرگز نہیں۔ اصل مین انسان نفس امارہ کے زنجیروں مین ایسا جکڑا ہوا ہے۔ جیسے کوئی چڑیا کا بچہ ایک شیر کے پنجے مین۔ جب تک اس نفس کے پنجے سے نجات نہ پا جاوے تب تک تبدیلی محال ہے۔ اور گناہ سے بچنا مشکل مگر دیکھو۔ اگر ابھی ایک ہیبت ناک زلزلہ آجاوے اور در و دیوار اور مکان کا چھت لرزنے لگے۔ تو دلوں پر ایک ایسی ہیبت طاری ہوگی۔ اور ایسا خوف دلوں پر چھا جائے گا۔ کہ اس وقت گناہ کا خیال تک بھی دلوں مین نہ رہے گا ایک خطرناک مہلک مرض کے وقت جو حالت انسان کی ہوتی ہے وہ امن اور آرام و آسایش کی زندگی مین ہرگز ممکن نہیں۔

انسان اپنی حالت میں تبدیلی پیدا کرنے کیواسطے خدا تعالیٰ کی تجلیات اور زبردست نشانوں کا محتاج ہے۔ ضروری ہے کہ خدا کوئی ایسی راہ پیدا کر دے۔ کہ انسان کا ایمان خدا پر تازہ اور پختہ ہو جاوے۔ اور صرف زبان تک ہی محدود نہ رہے بلکہ اس ایمان کا اثر اس کی عملی حالت پر بھی ظاہر ہو جاوے اور اسطرح سے انسان سچا مسلمان ہو جاوے۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ہمین الہاماً یہ فرمایا۔

چو دور خسروی آغاز کردند
مسلمان را مسلمان باز کردند

یہ خدا کا کلام ہے آج کل اگر نظر عمیق سے اور غور دیکھا جاوے۔ تو زبانی ایمان ہی کثرت سے نظر آوے گا پس خدا کا یہی منشا ہے۔ کہ لفظی اور زبانی مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنایا جاوے۔ یہودی کیا توریت پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ قربانیاں نہ کرتے تھے۔ مگر خدا نے ان پر لعنت بھیجی۔ اور کہا کہ تم مومن نہیں ہو۔ بلکہ بعض نمازیوں کی نمازوں پر بھی لعنت بھیجی ہے جہاں فرمایا ہے۔ کہ ویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساہون یعنی لعنت ہے ایسے نمازیوں پر جو نماز کی حقیقت سے بےخبر ہین:-

صلوٰۃ۔ اصل مین آگ مین پڑنے اور محبت الٰہی اور خوف الٰہی کی آگ میں پڑکر اپنے آپ سے جل جانے اور ماسوا اللہ کو جلا دینے کا نام ہے۔ اور اس حالت کا نام ہے کہ صرف خدا ہی خدا اس کی نظر میں رہجاوے۔ اور انسان اس حالت تک ترقی کر جاوے کہ خدا کے بلانے سے بولے اور خدا کے چلانے سے چلے۔ اسکے کل حرکات اور سکنات اسکا فعل اور ترک فعل سب اللہ ہی کی مرضی کے مطابق ہو جاوے۔ خودی دور ہو جاوے:-

غرض یہ باتیں ہیں اگر خدا کسی کو توفیق دے تو مگر جب تک خدا کسی کے دل کے دروازے نہ کھولے کوئی کچھ کر نہیں سکتا دلوں کے دروازے کھولنا خدا ہی کا کام ہے:-

اذا اراد اللہ بعبد خیرا اقام واعظا فی قلبہ

جب انسان کے اچھے دن آتے ہین اور خدا کو انسان کی درستی اور بہتری منظور ہوتی ہے۔ تو خدا انسان کے دل میں ہی ایک واعظ کھڑا کر دیتا ہے۔ اور جبتک خود انسان کے اندر ہی واعظ پیدا نہ ہو۔ تب تک بیرونی وعظوں کا اثر کچھ بھی اثر نہین ہوتا مگر وہ کام خدا کا ہے ہمارا کام نہین ہے ہمارا کام صرف بات کا پہنچا دینا ہے۔ وما علی الرسول الا البلاغ۔ تصرف خدا کا کام ہے۔ ہم اپنی طرف سے بات کا پہنچا دینا چاہتے ہین۔ ایسا نہ ہو کہ ہم پوچھے جاویں۔ کہ کیوں اچھی طرح سے نہیں بتایا اسی واسطے ہم نے زبانی بھی لوگوں کو سنایا ہے

حضرت مرزا صاحب قادیانی کی اسلامی خدمات

"ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است"

اولیاء اللہ کی مخالفت سلب ایمان کا موجب تو ہوتی ہی ہے مگر ایسے مخالفوں کو رفتہ رفتہ عام انسانی اخلاق سے بھی گرا دیتی ہے۔ یہی حال امرتسری منکر مولوی ثناء اللہ صاحب کا ہے جنہوں نے ۱۳ - جون سنہ ۱۹۰۸ء کے وکیل میں حضرت مرزا صاحب کی اسلامی خدمات پر بحث کرتے ہوئے اپنے مخفی کینہ کا ثبوت دیا ہے اسلئے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اسلامی خدمات ایک ایسا روشن اور بین پہلو آپ کی زندگی کا ہے جسپر ہمیں بحث کی حاجت نہ تھی۔ اور دوست دشمن نے ان خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ مگر مولوی ثناء اللہ صاحب نے ان خدمات کا سہرے سے انکار کیا ہے۔ شاید یہ انکار اس بنا پر ہو کہ انکے مذہب میں جھوٹ بول کر بھی انسان متقی رہتا ہے میں اس مضمون پر تفصیلی بحث حضرت اقدس کی اسلامی خدمات پر نہیں کرونگا۔ کیونکہ شاید اخبار وکیل کے صفحات اس لمبے مضمون کی برداشت نہ کر سکیں۔ اس لئے نہایت مختصر طریق پر مولوی ثناء اللہ کا جواب دونگا مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ

"ہم سے کوئی پوچھے تو ہم خدا لگتی کہنے کو طیار ہیں۔ کہ مسلمانوں سے ہوسکے تو مرزا صاحب کی کل کتابیں سمندر میں نہیں کسی جلتے تنور میں جھونک دیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ آیندہ کوئی مسلم یا غیر مسلم مورخ "تاریخ ہند یا تاریخ اسلام انکا نام تک نہ لے"

مولوی صاحب کے اس مشورہ پر کوئی کاربند ہوگا۔ یا نہیں اسکا فیصلہ تاریخ خود کرے گی اور دیکھنے والے دیکھینگے اور سننے والے سنینگے کہ کن کتابوں اور کن والوں کا نام و نشان مٹتا ہے۔ اور کن کو شہرت عوام اور بقاے دوام کا تاج پہنایا جاتا ہے مگر ہم مولوی ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں یہ کہنے سے رک نہیں سکتا کہ اگر اسمیں کچھ بھی غیرت اور حمیت ہے۔ اور وہ ان اشتہارات کا صحیح اور سچا مصداق نہیں جو اسکی شان میں امرتسر ہی کے رہنے والوں نے اسکی اصلیت اور پاکیزہ زندگی کے اظہار کے لئے شایع کئے تھے تو اسے چاہئے۔ کہ جہاں تک اس سے ممکن ہو۔ وہ ان کتابوں کے تلف کرنیکے لئے اپنے اگلے اور پچھلوں اور تمام حامیوں اور پشت ٹھوکنے والوں کو ساتھ ملا کر زور لگائے اور پھر دیکھے کہ

یہ قدرت اسکو کیا دکھاتا ہے؟

ثناء اللہ نے اپنے اس آرٹیکل میں حضرت مرزا صاحب کی اسلامی خدمات کا سہرے سے انکار کیا ہے بحالیکہ اسکی اپنی تصانیف حضرت اقدس کا پس خوردہ ثابت ہوتی ہیں۔ تاہم میں اس بحث میں نہ پڑکر حضرت اقدس کی اسلامی خدمات پر اسکے اباجان (روحانی باپ مراد ہے) کی رائے لکھتا ہوں۔ شاید اسے سمجھ آجاوے۔ اگرچہ وہ ایسا خلف الرشید ہے۔ کہ اسکی بات بھی ماننے والا نہیں۔ تاہم پڑھنے والوں کو پتہ لگ جائیگا۔ ناظرین شاید مولوی ثناء اللہ کے روحانی باپ کے نام کو نہ سمجھ سکیں اسلئے میں اسکو حل کر دیتا ہوں۔ اس سے مراد مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی ہے مولوی محمد حسین صاحب کو خود مولوی ثناء اللہ لاٹ مولوی لکھا کرتا ہے اور مولوی محمد حسین صاحب اپنے آپ کو مولوی ثناء اللہ کا روحانی باپ لکھا کرتا ہے۔ اسی نکتہ خیال سے میں مولوی محمد حسین صاحب کی رائے لکھتا ہوں۔ دیکھو ریویو براہین احمدیہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ و ۷ سنہ ۱۸۸۴ء

"ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے۔ جسکی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی۔ اور آیندہ کی خبر نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا اور اسکا مولف بھی اسلام کی مالی۔ جانی۔ قلمی۔ لسانی۔ حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے۔ جسکی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔ ہمارے الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہمکو کم سے کم ایسی کتاب بتاوے جسمیں جملہ فرقہ ہاے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہے۔ اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت میں مالی جانی وقلمی لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بیڑا بھی اٹھا لیا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کیساتھ یہ دعوے کیا ہو کہ جسکو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر تجربہ و مشاہدہ کرے اور اس تجربہ اور مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو مگر افسوس صد افسوس سب سے پہلے اس کتاب کی خوبی و سچی اسلام نفع رسانی سے بعض مسلمانوں ہی نے انکار کیا ہے اور برطبق و تجعلون رزقکم انکم تکذبون اس احسان مولف کے مقابلہ میں کفران کر دکھایا ہے" یہ رائے ثناء اللہ کے روحانی باپ کی ہے۔ چونکہ مجھے ثناء اللہ کے حقیقی والد کا پتہ نہ تھا۔ اور ان کی رائے کا علم نہیں اور شاید ان کی رائے اس معاملہ میں کافی بھی ہوتی اسلئے مولوی محمد حسین صاحب کی رائے بہترین رائے ہے اب اسکے بعد حضرت مرزا صاحب کی اسلامی خدمات کا انکار

ماذا بعد الحق الا الضلال

اسلامی خدمات کا ایک اور پہلو بھی ہے اور وہ پہلو مسلمانوں کو ملکی معاملات میں بہترین رہنمائی ہے اسکے متعلق میں اس اسلامی لیڈر کی رائے لکھنی ضروری سمجھتا ہوں جنکا ذکر خود ثناء اللہ نے کیا ہے۔ یعنی

آنریبل سر سید احمد خان

حضرت مرزا صاحب نے ۲۵ - جون سنہ ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار گورنمنٹ انگلشیہ کے متعلق شایع کیا تھا اسکو سید صاحب نے اپنے اخبار علیگڈھ انسٹیٹوٹ گزٹ مع تہذیب الاخلاق ۲۴ - جولائی سنہ ۱۸۹۷ء میں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے "ہمارے نزدیک ہر ایک مسلمان کو جو گورنمنٹ انگریزی کی رعیت ہے ایسا ہی ہونا چاہئے۔ جیسا مرزا صاحب نے لکھا ہے" سید صاحب نے اپنی اس رائے کے اظہار میں مسلمان کمیونٹی کو گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ اپنے تعلقات کے طریق کے لئے حضرت مرزا صاحب کا اسوہ قابل تقلید بتایا ہے اور اسلامی خدمات مذہبی رنگ میں جو کی ہیں ان کے لئے ثناء اللہ کے روحانی باپ کی شہادت پہلے دی جا چکی ہے اگر اسپر بھی ثناء اللہ کی تسلی نہ ہوئی۔ تو نیزۂ قلم سے اور کام لیا جاویگا :- (انشاء اللہ)

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے وفات مسیح موعود پر ایک مختصر سا پمفلٹ لکھا ہے۔ جو اصولی طور پر ان تمام اعتراضات کا جواب ہے جو حضرت مسیح موعود کی وفات پر کئے جاتے ہیں۔ یہ پمفلٹ الگ بھی شایع ہوگا اور ریویو کے ساتھ بھی :-

۲۔ فاضل امروہی نے بھی ایک قابل آرٹیکل لکھا ہے۔ جسکا عنوان ہے۔ حیات الانبیاء فی وفات الانبیاء۔ یہ آرٹیکل بھی ریویو کے ساتھ شایع ہوگا

۳۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت اللہ تعالیٰ کے فضل کرم سے تندرست ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا بالقضا کے ساتھ پوری سالمت اور مصالحت کا عملی نمونہ دکھا رہے ہیں۔

۴۔ مختلف جگہ سے احباب آتے اور داخل بیعت ہوتے ہیں۔ اللّٰھم زد فزد

آمین